

حامدی صاحب کے تحریر کی سفر کی داستان

(ابنِ شکر تخطوط، بنام قاری منہاج الدین صاحب)

از مولانا خلیل حامدی، ڈائریکٹر اداسی، معاونِ سلامتی، منصورہ لاہور

آج ۱۳ دسمبر ۱۹۸۳ء ہے۔ یہ خط میں آپ کو مارلیشیس سے کھڑے رہا ہوں۔ یہاں میں ۱۰ دسمبر ۱۹۸۳ء کو ۲ بجے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ کراچی سے جب جتدہ پہنچ گیا تو مارلیشیس کے لیے فلائٹ کے انتظار میں جتدہ ایرپورٹ پہنچ گھنٹے رکنا پڑا۔ جتدہ ایرپورٹ پر ہمارے پرانے شناسا جناب ظفر صاحب، جو سعودیہ ایرلائنز میں ملازم ہیں۔ جہاز سے اترتے ہی مجھے مل گئے تھے، چنانچہ ان کی غیر معمولی مدد سے میرا ٹرانزٹ کا مسئلہ خیر و خوبی سے حل ہو گیا۔ المعرض میں نے ۱۰ دسمبر کو صبح چھ بجے جتدہ سے کفرت ہانز کے ذریعہ مارلیشیس کے لیے پرواز کی۔ یہ جہاز راستے میں تنزانیہ کے دارالحکومت دارالسلام میں چالیس منٹ رکا اور پھر مارلیشیس کے ہوائی اڈے، پورٹ لوئس آگے آگے جتدہ ایرپورٹ لوئس کا یہ درمیانی سفر چھپ گھنٹے میں مکمل ہوا۔ محمد حسین دھال اور ان کے رفقاء ہوائی اڈے پر آئے ہوئے تھے۔ ویزا اور کسٹم کی نہایت ہلکی پھلکی کارروائی کے بعد میں مارلیشیس میں داخل ہو گیا۔ کسٹم والوں نے مجھ سے صرف اتنا سوال کیا کہ ”کیا وسکی کی بوتلیں ساتھ لائے ہو؟“ میں نے سامان کھول کر چیک کروانا چاہا، مگر اس نے بغیر دیکھے پاس کر دیا۔

لے ان میں سے ایک خط معاصر عربیہ ایشیا میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

جہاز سے نکلنے ہی محسوس ہو گیا کہ یہاں کا موسم گرم ہے۔ یعنی گرمی کا وہی رنگ ڈھنگ ہے جو لہور میں ماہ جولائی میں ہوتا ہے۔ مارلیشس بحر ہند کا ایک جزیرہ ہے اور دنیا کے ایسے خطے میں واقع ہے کہ اگر دنیا کے شمالی حصے میں گرمی ہوگی تو یہاں سردی ہوگی اور اگر وہاں سردی ہوگی تو یہاں گرمی ہوگی۔ ذالک تقدیر العزیز العلیم ایہ موسمی تغیرات خدائے غالب و عظیم کے مقرر کیے ہوتے ہیں۔ پورٹ لائسن مارلیشس کا سب سے پُر رونق اور سرگرم علاقہ ہے۔ تجارتی مرکز ہے۔ سیاحوں کی ٹولیاں گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے در آمد و برد آمد کی سرگت میں ہر وقت تیزی نظر آتی ہے۔

محمد حسین دھال صاحب | پورٹ لائسن سے نکل کر ہم بومبا سا چل دیئے۔ یہ وہ ٹاؤن ہے، جہاں محمد حسین دھال صاحب کا مکان ہے۔ میں چونکہ رات جگے اور طویل سفر کی وجہ سے تھک چکا تھا، اس لیے دھال صاحب نے میرے لیے یہ تجویز کیا کہ سردست میں گھر چل کر آرام کروں۔ جناب محمد حسین ملک صاحب مجھ سے پہلے یہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ بھی دھال صاحب کے مکان پر ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ موصوف سے مل کر راقم کو بڑی خوشی ہوئی۔ ان سے سچلی ملاقات تہران میں ۱۹۶۸ء میں ہوئی تھی۔ وہ ۱۵۔۲۰ سال پیشتر مارلیشس میں رہ چکے ہیں۔ یہاں کے لوگوں اور جگہوں اور یہاں کے قومی مزاج سے خوب شناسا ہیں۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ دعوت و تبلیغ میں گزرا ہے اور گو عمر کے چھٹے عشرے میں داخل ہو چکے ہیں، مگر ابھی دعوت کے لیوان کے جذبات جواں، عزائم بلند اور سوچ تازہ دم ہے۔

مغرب کی نماز کے بعد ہم شہر نکلے۔ دھال صاحب نے بتایا کہ رات کا کھانا مارلیشس کی ایک نمایاں شخصیت جھکا صاحب کے ہاں ہے۔ ہم ان کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ شدت سے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ اور احباب بھی جمع تھے۔ سب حضرات نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ یہ اسلام کا معجزہ ہے کہ مسلمان جب ایک دوسرے سے پہلی بار ملتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں آپس میں پہلے سے مانوس ہیں اور اہمیت نام کی کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہے۔

قرآن ہاؤس میں سیمینار | ۱۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو سیمینار کا دوسرا دن تھا۔ یہ سیمینار مارلیشس کے

اسلامک سرکل کی طرف سے منعقد کیا گیا ہے۔ اس کا افتتاح ۱۰ دسمبر کو ہو چکا ہے۔ افتتاحی تقریب میں مارشیس کے وزیر اعظم جنکناٹ صاحب بھی شریک ہوئے ہیں، بلکہ یہ افتتاح اُن کی زیر صدارت ہوا ہے۔ مارشیس کے مسلمان وزیر تجارت بھیات صاحب اور سپریم کورٹ کے مسلمان چیف جج مودلن صاحب اور مختلف سفارتی نمائندے بھی شریک ہوئے۔ سیاسی اور سرکاری شخصیتوں کے علاوہ مارشیس کے مختلف دینی علمی اور ثقافتی حلقوں کے نمایاں حضرات نے بھی شرکت کی۔ اس لحاظ سے یہ سیمینار مارشیس کے مسلمانوں کے جذبات کی ایک تمسک ہے۔ یہیں گیا ہے۔ افتتاحی پروگرام شہر کے ایک پبلک ہال میں منعقد کیا گیا ہے۔ بقیہ پروگرام اسلامک سرکل کے تحت قائم کیے جانے والے ایک نئے منصوبے قرآن ہاؤس میں ہوا ہے۔ سیمینار میں صرف دو موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

۱۰ دسمبر کو جو پروگرام ہوا ہے اس کا موضوع تھا: ”دعوت کے تقاضے اور داعی کی ذمہ داریاں“ اس موضوع پر پہلے دو مقالے پیش کیے گئے؛ ایک جناب محمد حسین ملک صاحب کی طرف سے اور دوسرا مارشیس کے ایک نامور قانون دان جناب خالد نکٹائے کی طرف سے تھے۔ مقالات پیش کیے جانے کے بعد حاضرین مختلف گروپوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر گروپ میں شریک افراد نے بحث کے مختلف حصوں پر الگ الگ اظہار خیال کیا۔ اس طرح تمام حاضرین کو سیمینار کی کارروائی میں حصہ لینے اور تبادلہ خیال کرنے کا موقع مل گیا۔ نیز مارشیس کے حالات کے اندر اسلامی دعوت کو فروغ دینے اور مسلم قوم کے تشخص کو مضبوط و نمایاں کرنے کے وسائل سوچے گئے۔

۱۱ دسمبر کا اجلاس | ۱۱ دسمبر ۱۹۷۳ء کے اجلاس کا موضوع تھا: ”مسلمان عورت کا مقام اور کردار“ اس موضوع پر بھی صرف دو مقالے پیش کیے گئے۔ پہلا مقالہ ”اسلام میں مسلمان عورت کی حیثیت“ کے عنوان پر راقم نے پیش کیا اور دوسرا ”مسلمان عورت کا کردار“ پر مارشیس کے جناب محمود جانتے نے پیش کیا۔ حاضرین کی تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے پر مشتمل تھی۔ مقالات پیش کرنے سے پہلے قرآن ہاؤس کے نئے منصوبے کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس نئے منصوبے کے تحت یہاں ایک عالی شان مسجد، ایک لیکچر ہال، لائبریری، دینی درس گاہ اور مہمان خانہ تعمیر کیا جائے گا۔

سنگ بنیاد کی رسمی کارروائی کے بعد دعوائی گئی اور پھر مقالات پیش کیے گئے۔ مقالات کے بعد سب سابق حاضرین نے گروپوں کی صورت اختیار کر لی۔ یہاں عورتوں کے اندر اسلام کی دعوت پھیلانے کی شدید ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر گروپوں نے خواتین مارشس کے اندر اسلامی تحریک برپا کرنے پر غور کیا۔ اس سلسلے میں الطینان بخش بات یہ ہے کہ اس موضوع پر خود خواتین اور طالبات نے بھی دلچسپی لی۔ اس سیمینار میں ان کی ایک تعداد بھی پابندی سے تمام پروگراموں میں حصہ لیتی رہی ہے۔ دیگر مسلمان ممالک اور مسلمان آبادیوں کی طرح ماریشس کی مسلمان عورت بھی اسلام کی تعلیم سے بڑی حد تک بے بہرہ ہے۔ ایک طرف مسلمان لڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں جدید تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور یہاں کے مخلوط معاشرے سے متاثر ہو رہی ہیں اور دوسری طرف اسلامی تعلیم سے ان کو محروم رکھنے کے لیے کچھ حلقے اس قدر بندنہیں کہ جمعہ کے روز مسجدوں میں ان کی حاضری کو معیوب سمجھتے ہیں۔ پاکستان سے بعض اہل غرض مبلغ یہاں آکر اس بات پر تو تنقید نہیں کرتے کہ مسلمان لڑکیاں نیم سریاں لباس پہنے بانڈاڑوں میں شاپنگ کے لیے نکلیں یا کالجوں میں مخلوط تعلیم حاصل کریں۔ البتہ وہ اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ ”خواتین کا مسجد میں جمعہ کے لیے آنا فتنہ ہے“ مجھے بعض دوستوں نے بتایا کہ پاکستانی مبلغین عورتوں پر یہ پابندی اس لیے لگائے رکھنا چاہتے ہیں کہ کہیں ان کے اندر دین کا شعور نہ پیدا ہو جائے جس سے ان مبلغ حضرات کا پیری اور مہربانی کا کھیل ہی خراب ہو جائے۔

آج ۱۱ دسمبر رات کو عشاء کے بعد قرآن ماؤس ہی میں میری تقریر تھی۔ حاضرین کی خامی تعداد یعنی اور ان کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ لڑکیاں بھی شریک تھیں، انہیں تمام پروگراموں میں الگ پردے کے اندر بٹھا یا جاتا تھا۔ میری تقریر اردو میں تھی، کیونکہ ماریشس کے ایشیائی مسلمان جو بالعموم پاک و ہند سے یہاں آکر مدتوں پہلے آباد ہوئے ہیں، اردو سمجھ لیتے ہیں اور بول بھی لیتے ہیں۔ حسن دھال صاحب نے بائیں ہاں آخر میں میری تقریر کا کہ کوئی زبان میں خلاصہ پیش کر دیا۔ کہ کوئی زبان (CREOLE) فرنج اور مقامی زبانوں سے مل کر یہاں کی ”عوامی زبان“ بن چکی ہے۔ اور ماریشس، ریونیون، انڈونیشیا، سیشلز اور

سموہو کے جزائر میں بڑا درواج پا چکی ہے۔

قرآن ہاؤس کا منصوبہ | ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ء: ناشتے کے بعد دھال صاحب کے ساتھ قرآن ہاؤس گیا۔ دھال صاحب اور ان کے رفقاء نے کارنے اپنے دعوتی کام کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور اس سلسلے میں اپنے آئندہ منصوبے بیان کیے۔ ”قرآن ہاؤس“ ان کا نیا منصوبہ ہے۔ یہ آدھ ایکڑ رقبے پر پھیلنا ہوا ہے۔ زمین انہوں نے خرید لی ہے، اب عمارت کی تعمیر کے لیے تنگ و دو کر رہے ہیں۔ موجودہ پرانی عمارت کو گرا کر اسی جگہ نئی عمارت بنانا چاہتے ہیں۔ سر دست اسلامک سرکل کا دفتر اسی عمارت میں ہے۔ دفتر کے ساتھ ایک اچھی ریفرنس لائبریری بھی ہے۔ ریڈنگ روم بھی ہے۔ نیز اسلامی لٹریچر کی فروخت کا انتظام بھی ہے۔ ہفتہ اور اتوار کو یہاں بچپوں کے لیے قرآن کریم اور عربی زبان کی تعلیم کی کلاسیں بھی لگتی ہیں۔ عورتوں اور بچپوں کے اندر دین کی تعلیم پھیلانے کے لیے اسلامک سرکل کو ایک یہ سہولت بھی حاصل ہو گئی ہے کہ ماریشیس کی پانچ مسلمان طالبات نے ریاض (سعودی عرب) کے گمراہ کالج سے عربی میں گریجویشن کر لیا ہے۔ ان میں سے چار تو فارغ ہو کر واپس آ گئی ہیں اور ایک طالبہ سال رواں میں فارغ ہو جائے گی۔ یہ بچیاں اب یہاں اسلامی دعوت کے لیے مسلسل کام کر رہی ہیں۔

ماریشیس کا معاشرہ اور مسلمان | ماریشیس کی سوسائٹی بڑی دلچسپ ہے۔ یہاں کی آبادی ایک ملین (دس لاکھ) کے قریب ہے۔ اس میں اکثریت ہندوؤں کی ہے جن میں ”اعلیٰ ذات“ کے ہندو بھی اور ”نیچی ذات“ کے مدراسی بھی۔ یہ زیادہ تر جنوبی ہند کی ٹامل اور تملگو زبانیں بولنے والے ہیں۔ مجموعی طور پر ان تمام قسم کے ہندوؤں کا تناسب ۵۴ فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ دوسری بڑی کمیونٹی عیسائی ہیں، یعنی ۲۶ فیصد کے لگ بھگ۔ ان عیسائیوں میں کچھ فرنج ہیں جو فرانس کے دور حکومت میں یہاں آکر آباد ہوئے اور اب ان کی تعداد ۳۰ ہزار کے قریب ہے۔ کچھ انگریز ہیں۔ چینی کمیونٹی کے اندر بھی عیسائی مذہب کے لوگ ہیں، مگر ان کی عیسائیت صرف سال میں ایک آدھ تقریب منانے اور اس میں آتش بازی کا کھیل رچا لینے سے عبارت ہے۔ تیسری کمیونٹی مسلمان ہیں۔ ہمارے دوستوں کے کہنے کے مطابق مسلمان ۱۶ فی صد سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ یہ مسلمان زیادہ تر ایشیائی ہیں۔ ماریشیس میں شاید کچھ بدھ مذہب کے پیرو

اور ارواح پرست بھی ہوں گے۔ ایک ملین آبادی کے جزیرے میں یوں رنگا رنگ مذاہب، نسل، زبان اور تہذیبوں کے لوگوں کا پایا جانا ایک دلچسپ منظر پیدا کرتا ہے۔ جنوبی ہند کے کالے رنگ کے ٹامل اور تلگو، افریقہ کے سیاہ ترین باشندے، گندمی رنگ کے شمالی ہند کے لوگ، گورے رنگ کے فرنج اور انگریز اور زر درنگ و روپ کے چینی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے رنگوں اور زبانوں کے اختلاف کو اپنی آیات (نشانیوں) بتایا ہے۔ وہ نشانیاں آپ کو ماریشی میں قدم قدم پر جلوہ افروز دکھائی دیں گی۔ چہروں کے مختلف خدو خال، کہیں طویل اور ستواں ناک اور کہیں موٹی اور چھٹی ناک۔ کہیں اُردو، ٹامل، تلگو، گجراتی اور برہٹی اور کہیں چینی و ملائی۔ کہیں انگلش اور فرنج اور کہیں افریقہ کی عجوبہ زبانیں۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

لباس اور اطوار میں بھی بڑا تلوٹن پایا جاتا ہے۔ ہندو عورتیں ساڑھی یا اسکرٹ پہنے اور ماتھے پر تلک لگائے باہر نکلیں گی۔ مسلمان عورتوں نے کسی نہ کسی حد تک قمیص اور پاجامے کو اپنا رکھا ہے، مگر دوپٹہ غائب ہے۔ اور باقی نسلوں نے فرنج اور انگلش تہذیب کو قبول کر رکھا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سب مذہب و ملت کے لوگ اغلب طور پر مغرب کی عریاں اور نشہ پسند تہذیب کے رسیا ہو چکے ہیں۔

ایک سو دس مسجدیں | ماریشی کا کل رقبہ ۵۰ مربع میل ہے۔ اس میں تقریباً ایک سو بیس قصبات اور بستیاں بائی جاتی ہیں۔ آپ کو ہر بستی میں ایک دو مسجدیں مل جائیں گی۔ گرجے نظر آئیں گے، بت خانے اور مندر ملیں گے اور یوں اپنے اپنے تشخص کی حفاظت کے لیے انسان مختلف طریقوں سے جدوجہد کرتے دکھائی دیں گے۔ مجھے دوستوں نے بتایا کہ ایک سو بیس قصبات اور بستیوں والے ملک میں تقریباً ایک سو دس مسجدیں ہیں۔ خاکسار نے متعدد مسجدیں خود بھی جا کر دیکھی ہیں۔ ماریشی کے مسلمان مسجد بڑی خوبصورت، شفاف اور آرام دہ بنائیں گے۔ ہر مسجد کے اوپر لاؤڈ اسپیکر نصب ہوگا۔ پانچوں وقت پابندی سے جماعت قائم کی جائے گی۔ مسجد میں طہارت اور وضو کا نہایت ستھرا انتظام ہوگا اور اب تو نمازیوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ علی الخصوص نوجوانوں

کے اندر نماز اور دینداری کا ذوق فزوں تر ہوتا جا رہا ہے۔

رات کا کھانا حسن دھال صاحب کے بھائی آدم دھال صاحب کے ہاں کھایا۔ ان کا مکان بھی بوباسر میں ہے جو بڑا خوشنما طریقے سے بنایا گیا ہے۔ یہاں کے تمام مکانوں میں یہ بات مشترک ہے کہ وہ صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ دو منزل کے ہوں گے۔ طرز تعمیر سادہ، مگر دلکش ہوگا اور ہر گھر کے صحن میں ایک باغیچہ ہوگا جس میں آم اور لیچی کے درخت اور رنگ برنگ پھولوں کے پودے ہوں گے۔ یوں ہر گھر اپنی ذات میں ایک انجمن ہوگا۔ فارسی شاعر نے ایسی ”گھر یلو انجمن“ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے۔

نفت اگر ہوست کشد کہ بہ سیر باغ و سمن در آ

توز غنچہ کم نہ میدہ امی در دل کشا بہ چمن در آ

آدم دھال بڑے متدین، متواضع اور صوفی منش انسان ہیں۔ خود بھی نیک ہیں اور ان کی اولاد بھی نیک اور پابند صوم و صلوات ہے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ پوری دھال فیملی نیک انسانوں کا جھمگٹا ہے۔ آدم دھال، ہاشم دھال اور حسن دھال اور ان کی اولاد سب کو میں نے پانچوں وقت مسجدوں میں جا کر پابندی کے ساتھ نماز باجماعت پڑھتے دیکھا ہے۔ ان سب بھائیوں نے مل کر مارشیس میں مشترکہ کاروبار جاری کر رکھا ہے اور سب تحریک اسلامی سے وابستہ ہیں۔ آدم دھال صاحب نے بتایا کہ وہ ایک حج کر چکے ہیں اور اب دوسرے حج کے لیے جائیں گے اور اسی سفر میں پاکستان آئیں گے۔

تحریک اسلامی | آدم دھال کے ہاں کھانے سے فارغ ہوئے تو اسلامک سرکل کے ایک اور

فعال اور پرمیشوش کارکن غلام محمد صاحب کے ہاں گئے۔ انہوں نے ہمیں اسلامی سیمینار کی پوری وڈیو فلم دکھائی۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ اسلامک سرکل بھی دعوت و تحریک کے میدان میں جدید وسائل سے کام لے رہا ہے۔ غلام محمد صاحب کا کاروبار ایڈورٹائزنگ ہے۔ وہ ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے مالک ہیں۔ اس فن میں وہ بہت ماہر ہو چکے ہیں۔ اسلامی سیمینار کی فلم بھی انہوں نے بڑے معیاری انداز میں بنائی ہے۔ الحمد للہ مارشیس کے آزاد محاضر کے میں تحریک اسلامی کے لوگ اسلامی روایات کی پابندی کر رہے ہیں۔ ان کی عورتیں باپردہ ہیں اور

مخلوط اجتماعات سے بڑھی حد تک پرہیز کرتی ہیں۔ چلتے وقت غلام محمد صاحب نے مجھے جزیرہ رینیون کا بنا ہوا عطر پیش کیا۔ جزیرہ رینیون چونکہ فرانس کے تحت رہا ہے، اس لیے وہاں عطر سازی کا کاروبار فرانسیسیوں کے ماتحت میں ہے اور فرانس کے لوگ دنیا کے اندر عطر بنانے میں خاص شہرت کے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب غلام محمد صاحب نے مجھے عطر پیش کیا تو بڑی وضاحت کے ساتھ توجیہ دلائی کہ یہ عطر رینیون کا ہے، مارشیمیں کا نہیں ہے۔

مسجد بیت المقدس اور وہاں کی نمازیں | ۱۳ دسمبر ۱۹۸۳ء: نماز فجر "مسجد بیت المقدس" میں ادا کی۔ یہ مسجد حسن دھال صاحب کے مکان سے کافی دور ہے، مگر حسین دھال صاحب اور اُن کا صاحبزادہ سلیم دھال روزانہ فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد بیت المقدس میں بذریعہ موٹر جا کر پڑھتے ہیں۔ یہ اُن حضرات کا معمول ہے۔ اس میں کوئی سستی یا کوتاہی نہیں کرتے۔ مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ فجر یا رات کو مسجد جلتے وقت یہ راستے کے مسلمان گھرانوں کے سامنے سے گزر کر جاتے ہیں، تاکہ اُن میں سے کوئی شخص مسجد جانے کے لیے نکل رہا ہو تو اُسے بھی موٹر میں بٹھالیں۔ خاکسار جتنا عرصہ مارشیمیں میں دھال صاحب کے مکان پر رہا۔ ہر روز فجر کی نماز کا یہی پروگرام رہا۔ مسجد بیت المقدس میں آنے والے اکثر حاضرین کاروں کے ذریعے آتے ہیں اور راستے میں دیکھ نمازیوں کو لفظ دیتے ہوئے آتے ہیں، نیز نماز سے پہلے یا نماز کے بعد یہ سب لوگ ضرور باہم ملاقات کریں گے اور اگر کوئی نماز سے غائب ہو رہا ہو تو اس کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے۔ مسجد کے دروازے کے باہر، صحن کے اندر سینٹ کے پنجے بچھے ہوئے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگ اُن پر آ کر بٹھج جاتے ہیں اور ایک روائی دواں ہلکی پھلکی سی اسمبلی منعقد ہو جاتی ہے۔ یہ ایک دوسرے کے حالات سے آپ ٹوڈیٹ واقفیت رکھنے کا ایک عمدہ طریقہ ہے، خصوصاً ایسے معاشرے میں جہاں مسلمان آبادی ایک جاکم ہے، بلکہ جگہ جگہ بکھرے ہوئے گھر ہیں۔

درس حدیث | نماز فجر کے بعد حاضرین کی فرمائش پر خاکسار نے درس حدیث دیا جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس مشہور روایت پر مبنی تھا جس میں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول، مجھے کوئی ایسا کام بتا دیا جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور دوزخ سے بچ جاؤں۔ پھر ان کے سوال کے جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی جامعیت کے ساتھ دین کی بنیادیں اور دین کے اصل تقاضے بیان فرمائے۔ ”مسجد بیت المقدس“ بھی بومبایا میں واقع ہے۔ نمازیوں میں اکثریت ۱۸ تا ۲۵ سال کے نوجوانوں کی نظر آتی رہی ہے۔ مسجد کا امام و خطیب احمد قزاق نامی ماریشیوں کا ایک نوجوان ہے۔ انہر سے تعلیم حاصل کر کے آیا ہے۔ عربی روانی سے بولتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت بڑے سوندا اور خوش الحانی سے کرتا ہے۔ خاکسار نے جتنی جہری نمازیں اس نوجوان کے پیچھے پڑھی ہیں، ان میں بڑا لطف محسوس کیا ہے۔ یہ صرف میرا تاثر نہیں ہے بلکہ عام نمازی بھی یہی کہتے سُننے گئے۔ مسجد بیت المقدس کے نمازیوں میں کثرت تخریب اسلامی سے وابستہ لوگ ہیں، بلکہ اس مسجد کو تخریب اسلامی کی مسجد کہا جاتا ہے۔ مسجد کے اندر قرآن کریم کے علاوہ دیگر جو لٹریچر بڑے مطابور رکھا ہوا ہے، اس میں تخریبی کتابیں موجود ہیں۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تفہیم القرآن کا انگریزی ترجمہ بھی رکھا ہوا ہے۔

پورٹ لوئیس | صبح ناشتہ کے بعد خاکسار اور جناب محمد حسین ملک صاحب حسن دھال کے ساتھ ماریشیوں کے دارالحکومت پورٹ لوئیس میں گئے۔ یہ جگہ عین سمندر کے کنارے واقع ہے سرکاری دفاتر اور سنجارتی مراکز اسی شہر میں واقع ہیں۔ بحری جہازوں کی آمد و رفت نے اس شہر کو پُر رونق بنا رکھا ہے۔ راستے میں سڑک کے دو روہ رنگ برنگ کے درخت اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ آم، لچھی اور ناریل کے درختوں نے قدرتی عُن میں مزید اضافہ کر رکھا ہے۔ شہر کے ارد گرد کا علاقہ صنعتی مرکز کہلاتا ہے۔ پورے ماریشیوں میں اس وقت ۲۵۰ فیکٹریاں اور کارخانے ہیں۔ ان میں زیادہ تر شکر سازی کے کارخانے اور کپڑے کی ملیں ہیں۔ چینی اور ہندو اس میدان پر محیط ہیں۔ مسلمانوں نے بھی کچھ کارخانے کھول رکھے ہیں، لیکن وہ نسبتاً کم ہیں۔ کپڑے کا سب سے بڑا کارخانہ ایک مسلمان کے پاس ہے۔

سٹوڈنٹس اسلامک سنٹر | دھال صاحب اور اُن کے تمام بھائیوں نے مل کر ایک ایجنسی کھولی

رکھی ہے اور موٹروں کے فالتو پیزرے اور ہارڈ ویئر کا کار بار کرتے ہیں۔ دھالی صاحب کے دفتر سے نکل کر میں اور محمد حسین ملک صاحب سٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ (S-I-M) سنٹر چل دیئے۔ یہ بھی پورٹ لوٹس میں واقع ہے، بلکہ پورٹ لوٹس کے دل میں واقع ہے۔ جہاں یہ دفتر ہے اُس کے سامنے پورٹ لوٹس کی عظیم الشان مرکزی مسجد ہے۔ جو لوگ اس مسجد میں نماز کے لیے آتے ہیں وہ S-I-M کے مرکز کو دیکھے بغیر نہیں گذر سکتے۔ S-I-M والوں نے عربی زبان میں بھی اپنا ایک بہت بڑا بورڈ لگا رکھا ہے جس میں لکھا ہوا ہے: حركة الطلبة الاسلامية ہم دفتر میں داخل ہوتے تو S-I-M کے صدر پروفیسر عبدالخالق صاحب نے ہمارا استقبال کیا اور پھر ہمیں اپنی تمام سرگرمیوں کی تفصیل بتائی۔ (یہ تفصیلات ایک الگ مضمون میں "مارٹینس میں اسلام اور مسلمانوں کا ماضی و حال" کے عنوان سے بیان کی جا رہی ہیں)۔ عبدالخالق صاحب ۳۰-۲۵ سال کے نوجوان ہیں۔ ہندوستان کی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انہوں نے گریجویشن کیا ہے۔ پندرہ سال تک تخریک اسلامی ہند سے وابستہ رہے ہیں اور مولانا ابواللیث اصلاحی اور تخریک اسلامی ہند کے نامور رہنما ڈاکٹر تجات اللہ صدیقی صاحب سے انہوں نے تربیت پائی ہے۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ہی طلبہ کی اسلامی تنظیم سے وابستہ رہے ہیں۔ جونہی ۱۹۶۲ء میں وطن واپس آئے ہیں، مسلمان نوجوانوں کے اندر دعوت اسلامی کی اشاعت کا کام شروع کر دیا ہے۔ اپنی فکر، تربیت اور تجربہ کے لحاظ سے یہ مارٹینس کی اسلامی تخریک کے اندر ایک قابل قدر اضافہ ثابت ہو رہے ہیں۔ خود بھی نوجوان ہیں اور تازہ دلوں اور اُٹلتے جذبوں سے بہرہ ور ہیں اور دوسرے نوجوانوں کے اندر بھی یہی رُوح پھونک رہے ہیں۔ تدریس کا کام بھی سائنس سے محفوظ کرتے ہیں، اس وقت پورٹ لوٹس میں گورنمنٹ کالج کے وائس پرنسپل ہیں۔

سنٹر کے شعبہ ہائے کار S-I-M کا سنٹر جیسا کہ عرض کر چکا ہوں نہایت اہم جگہ پر واقع ہے، البتہ اس میں جگہ بہت تنگ ہے اور S-I-M کے پھیلنے ہوئے منصوبوں کے لیے یہ بالکل ناکافی ہے۔ اس سنٹر میں ایک اچھا مکتبہ بھی ہے، جس میں تخریک لٹریچر کے علاوہ دیگر درسی کتابیں بھی فروخت کی جاتی ہیں۔ شعبہ نواتین کا دفتر بھی ہے، جس پر وائس لیک

موونٹ (۱۸۱ / ۱۸۲) کی تنہائی لگی ہوئی ہے۔ مطالعہ کے لیے ایک چھوٹی سی لائبریری بھی مہیا کی گئی ہے۔ اس تنگنائے کے اندر جو شعبے کام کر رہے ہیں ان میں اہم یہ ہیں:

شعبہ ریکارڈنگ (اس میں مارشیس ریڈیو اور ٹی وی کے لیے مسلمانوں کے پروگرام تیار کیے جاتے ہیں)۔ شعبہ تربیت (نوجوانوں کے لیے تربیتی کیمپ لگانے کا شعبہ)۔ شعبہ دعوت و تبلیغ، شعبہ مفت تقسیم کتب، شعبہ امور طلباء، شعبہ بیرونی بھرتی، مارشیس کے نوجوانوں کو عرب ممالک میں ملازمتیں دلوانے کا شعبہ، شعبہ طباعت، شعبہ غیر مسلم کے اندر دعوت و تبلیغ، شعبہ اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن، شعبہ امور خارجہ، شعبہ تراجم وغیر وغیرہ۔ ان تمام شعبوں کے لیے الگ الگ کمرے نہیں ہیں، بلکہ دو تین کمروں کے اندر ہی یہ تمام "جن" بند کیے گئے ہیں۔ S I M کی سرگرمیوں کی مکمل رپورٹ تو الگ دی جائے گی مگر چند اشارے یہاں بھی کیے دیتا ہوں۔

اسلامی طلبہ کا مکتبہ اور مالی نظام | عبدالخالق صاحب نے بتایا کہ اس وقت S I M کے مکتبہ میں دو لاکھ روپے کی مالیت کی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ کتابیں فرانسیسی، انگریزی اور اردو میں ہیں۔ مارشیس میں کتابوں کی بہت مانگ اور کھپت ہے، مگر سرمائے کی کمی کی وجہ سے وہ زیادہ کتابیں باہر سے نہیں منگوا سکتے۔ کتابوں کی فروخت کے بارے میں انہوں نے یہ بتایا کہ کم از کم ہر ماہ دس ہزار روپے کی کتابیں بک جاتی ہیں۔ S I M کے ارکان کی تعداد ۱۸-۲۰ ہے، متفق ہزاروں تک ہیں۔ باقاعدہ اعانت دینے والوں کی تعداد ۱۱۵ ہے۔ بعض ایسے ارکان اور متفق بھی ہیں جو اپنی تنخواہ کا دس فی صد S I M کو دیتے ہیں۔ یہ اعانت وہ اپنے نوجوان ساتھیوں سے لیتے ہیں۔ عام مسلمان تاجروں کی طرف ان کا رجوع نہیں ہے اور ابھی مصلحتاً وہ عام تاجروں کی طرف رخ کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ عبدالخالق نے نوجوانوں کے اندر اپنے کام کی رفتار بیان کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ افغانانہ طور پر روس کی جارحیت کے خلاف S I M نے ایک ہنگامی مظاہرہ کیا، جس میں کم از کم تین ہزار نوجوان شریک ہوئے۔ یہ دو میل لمبا مارچ تھا۔

(۲)

آج بھی حسب معمول نماز فجر مسجد بیت المقدس میں ادا کی گئی۔ پچھلے خط میں عرض کر چکا ہوں کہ اس مسجد کا امام و خطیب ایک صالح نوجوان ہے۔ احمد فواد اس کا نام ہے۔ نماز سے واپس آ کر ناشتہ کیا اور پھر پورٹ لوئس روانہ ہو گئے۔ یہ مارشیس کا صدر مقام بھی ہے اور مارشیس کا تجارتی اور ثقافتی مرکز بھی۔ ہم تو پورٹ لوئس سے دور ایک شہر بو باسا میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آبادی گنجان ہے۔ ایک شہر ختم ہو جاتا ہے اور دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ بو باسا، روزہل، کیو پی پی اور پھر پورٹ لوئس یہ چاروں الگ الگ ٹاؤن ہیں، مگر ان میں تمیز کرنا مشکل ہے۔ گھنے درختوں اور پھول دار سیلوں نے مزید یکسانیت پیدا کر دی ہے۔

پورٹ لوئس کے متعلق مزید معلومات | پورٹ لوئس میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کی کچھ یادگار عمارتیں ملتی ہیں۔ یہ جزیرہ اصل میں بحری قزاقوں کی پناہ گاہ تھا۔ بحر ہند اور کیپ ٹاؤن سے آنے والے بحری بادبانی جہاز ان قزاقوں کی زد میں رہتے تھے۔ یہ لوگ ان جہازوں کو لوٹ کر جزیرہ میں آ کر چھپ جاتے اور کوئی ان پر قابو نہ پاسکتا تھا۔ عرب تاجر بھی اس جزیرہ میں آتے ہیں۔ مارشیس میں ایسے قدیم کتبے پائے گئے ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے: "عربی دنیا" یعنی دین عرب۔ اس سے دو مفہوم اخذ ہوتے ہیں: ایک عربوں کی یہاں آمد اور دوسرے "دین اسلام" کا تعارف۔ محققین یہ کہتے ہیں کہ عرب آئے تھے، مگر وہ پھر یہاں نہ رہے، بلکہ واپس چلے گئے۔ ولندیزیوں نے جب سمندروں میں گردش شروع کی تو وہ مارشیس بھی آئے۔ چنانچہ ۱۶۳۸ء میں اس جزیرہ پر ڈچ کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۷۱۵ء میں فرانس آ گیا اور ڈچ کو شکست دے کر خود قابض ہو گیا۔ اہل تحقیق بتاتے ہیں کہ فرانسیسی فوجوں میں کچھ سپاہی مسلمان بھی تھے۔ ان مسلمانوں نے یہاں اسلام کا اولین پرچار کیا۔ اس کے بعد یہاں مسلمانوں کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ قدیم مسجدیں بھی پائی جاتی ہیں۔ جو شاید فرانسیسی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ قدیم مسجدیں گواہ ترمیم و تجدید کے بعد بہت بدل ڈالی گئی ہیں، مگر ان کی بعض دیواروں اور اینٹوں سے ان کی قدامت اور فرخ حیثیت معلوم کی جاسکتی ہے۔ ۱۸۱۳ء میں انگریزوں

نے فرانسیسیوں کو شکست دے کر خود اپنی حکمرانی قائم کر لی اور پھر انگریزی دور میں یہاں نیم بر اعظم ہند سے مسلمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ چنانچہ آپ کو یہاں جنوبی ہند کے لوگ کثرت سے ملیں گے۔ ان میں ہندو بھی ہیں اور مین بھی اور کچھ مسلمان بھی۔ ہندوستان کے دوسرے حصوں کے لوگ بھی کافی ہیں۔ ۱۲ مارچ ۱۹۶۸ء کو ماریشیس کا من و ملیقہ کے اندر ایک آزاد ملک بن چکا ہے، مگر اس حال میں کہ یہاں مختلف اقوام اپنی اپنی نسلی اور لوتی اور لسانی خصوصیات کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فرانس ویر ہوئے یہاں سے رخصت ہو گیا، مگر اب بھی یہاں ۳۰-۳۵ ہزار کی تعداد میں فرانسیسی کمیونٹی رہتی ہے۔ یہی حال انگریز کمیونٹی کا ہے۔

ہنگ کانگ کے چینی اور پھر پڑوسی ممالک کے افریقی بھی یہاں آ گئے۔ یوں مختلف اقوام پر مشتمل یہ ملک اپنی خود مختاری سے ہمکنار ہو گیا۔ ان تمام اقوام کی زبان اور تہذیب مختلف ہے، مگر اپنی ضرورت کے تحت یہاں کے لوگوں نے ایک زبان اختیار کر لی ہے، اُسے کر یولی زبان کہتے ہیں۔ اسے ٹوٹی پھوٹی فرینچ کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ مسلمانوں نے اس میں اپنے دینی اور روایاتی الفاظ شامل کر رکھے ہیں، ہندوؤں نے اپنا رنگ اس پر چڑھانے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال کر یولی یہاں کی عامی زبان ہے۔ اس کے بعد انگریزی زبان کو رواج ملا ہے۔ اور ساتھ ساتھ ہر قوم اپنی اپنی زبان کو بھی کسی حد تک باقی رکھنے کی کوشش کر رہی ہے، مگر میرا خیال ہے کہ آئندہ نسلیں اپنی اصل زبان سے قطعاً نا آشنا ہو جائیں گی اور کر یولی کی ہمہ گیر سیادت قائم ہو جائے گی۔ کر یولی اب ثقافتی اور علمی خدایات بھی انجام دینے لگی ہے۔

ہمارے ایک دوست حسین انابو صاحب نے کر یولی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی کر دیا ہے مجھے بعض حضرات سے یہ معلوم ہوا کہ عام لوگ اس ترجمے کو اپنے لیے زیادہ مفید پاتے ہیں پورٹ لوئس میں ہم محمد حسین دھال صاحب کے دفتر میں کچھ عرصہ کے لیے بیٹھ گئے۔ گرمی خاصی ہے، علی الخصوص پورٹ لوئس میں جو عین ساحل سمندر پر واقع ہے۔ اس لیے گرمی اور جس دونوں جمع ہو رہے ہیں۔ دھال صاحب اور ان کے دونوں بھائی آدم دھال اور ہاشم دھال بڑے متدین اور تحریک اسلامی سے محبت رکھنے والے ہیں۔ یہ لوگ دراصل لکھنؤ سے یہاں آئے ہیں۔ غالباً پہلی مرتبہ ان کے دادا یہاں آئے تھے اور اس وقت سے اس گھرانے کا

یہیں بسیرا ہے۔ اسلامی سرکل جسے مارشیس کی پہلی اسلامی تحریک کہنا چاہیے ان تمام بھائیوں کی مدد اور تعاون سے قائم ہوا ہے اور ابھی تک چل رہا ہے۔

سٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ کے تفصیلی احوال | پورٹ لوئس کی "مرکزی مسجد" کے پاس ہی سٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ کا مرکزی دفتر ہے۔ اختصار کے ساتھ اسے ہم سے یاد کر لیا جاتا ہے۔ دھال صاحب کے دفتر سے اچھٹے کہ ہم ہم کے دفتریں گئے۔ ہم کے صدر عبدالخالق صاحب اور ان کے چند رفقاء دفتریں موجود تھے۔ ہم کی سرگرمیوں کے متعلق ان کے ساتھ بالتفصیل بات چیت رہی۔ ہم کا مرکزی دفتر نہایت اہم جگہ پر واقع ہے۔ یہ مرکزی مسجد کے عین سامنے ہے۔ جو شخص بھی مرکزی مسجد میں داخل ہوگا، ہم کے دفتر سے لازماً گزرے گا۔ دفتر کا جگہ تنگ، مگر عمل و قوع کے لحاظ سے ان کی افادیت غیر معمولی ہے۔ اسی چھوٹے سے دفتر میں ہم والوں نے بہت سے شعبے قائم کر رکھے ہیں مثلاً شعبہ تنظیم، شعبہ دعوت و تبلیغ، شعبہ امور طلباء، شعبہ ترجمہ، شعبہ طباعت، ریڈیو اور ٹی وی کے لیے پروگرام تیار کرنے کا شعبہ، شعبہ تربیت، شعبہ تقسیم کتب، شعبہ بیرونی بھرتی وغیرہ وغیرہ۔ اسی دفتر میں خواتین کا شعبہ بھی ہے، جسے اختصار کے ساتھ وہم کہتے ہیں (وومن اسلامک موومنٹ)۔ کتابوں کی فروخت بھی یہاں ہوتی ہے بلکہ دفتریں داخل ہوتے ہی پہلے مکتبہ آتا ہے۔ مکتبہ گوبڑا انہیں ہے تاہم نصابی کتابوں اور اسلامی کتابوں کا مناسب ذخیرہ مکتبے میں موجود ہے۔ عبدالخالق صاحب نے بتایا کہ اس وقت مکتبہ میں ۲ لاکھ روپے کی کتب موجود ہیں۔ ماہانہ دس ہزار روپے کی کتابیں بک جاتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اگر سرمایہ زیادہ ہو تو مختلف اسلامی موضوعات کی کتابیں منگوائی جاسکتی ہیں، کیونکہ مارشیس کے نوجوانوں کے اندر اب اسلامی کتب کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ نیز مارشیس سے جزیرہ ریونیون، جزیرہ مدغاسکر اور سیشلز اور کمور کے جزائر تک کتابیں سپلائی کی جاسکتی ہیں۔ ہم کی پانچ اپنی بھی مطبوعات ہیں جو فرینچ میں ہیں۔ ہم گو سٹوڈنٹس کے اندر تحریک اسلامی کی دعوت کی اشاعت کر رہی ہے، مگر اب عام لوگوں کے اندر بھی اس نے اپنا کام پھیلادیا ہے۔ مثلاً غیر مسلموں کے اندر دعوت کا کام مزدوروں کے اندر دعوت کا کام، اسلامی تقریبات کے موقع پر ریڈیو اور ٹی وی پر اپنا

پر وگرام پیش کرنا۔ اب تک رسم کے ارکان کی تعداد ۱۸ ہے اور متفقین ہزاروں سے متجاوز ہیں۔ مالی لحاظ سے رسم کا زیادہ تر دار و مدار اپنے ارکان اور متفقین کی اعانتوں پر ہے۔ عبدالخالق صاحب نے بتایا کہ ہمارے بعض ایسے ارکان اور متفقین بھی ہیں جو تخریک کو اپنی تنخواہ کا دس فی صد دیتے ہیں۔ اعانت دینے والوں کی مجموعی تعداد ۱۱۵ ہے۔ عبدالخالق صاحب نے یہ بھی واضح کیا کہ وہ صرف تخریک سے وابستہ افراد سے اعانت لیتے ہیں۔ عام تاجروں کی طرف ابھی تک انہوں نے رجوع نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ رسم مخصوص مقاصد اور متعین طریقے کا لہ کو اپناتے ہوئے ہے اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ کچھ لوگ ہماری مالی امداد کے ہمارے اوپر اپنے نظریات و خیالات کو مسلط کرنا شروع کر دیں۔ رسم نے اردگرد کے انڈین اوشن کے ممالک میں بھی کام کا آغاز کر رکھا ہے۔ جزیرہ رینیوں میں ان کی ایک شاخ ہے۔ ٹیڈا سکر میں بھی سنٹرل اسلامک سٹڈیز ٹیڈا سکر (SIAM) کے ذریعہ وہ دعوت پھیلا رہے ہیں، بلکہ وٹاں ایک تربیتی کیمپ بھی لگا چکے ہیں۔ آئندہ اپریل میں جزیرہ رینیوں میں تربیتی کیمپ لگانے کا پروگرام بنا چکے ہیں۔ عبدالخالق صاحب کمزور کا دورہ بھی کر چکے ہیں۔

”رسم“ کے ساتھ مراکز | ماریش کے اندر رسم کے ساتھ مراکز ہیں۔ پورٹ لوئس میں جہاں ہم بیٹھے ہیں، ان کا مرکزی دفتر ہے۔ رسم کی جو کارکردگی بیان کی جا رہی ہے یہ اس کا گیارہ سالہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کیونکہ رسم کا قیام ۱۹۶۲ء میں ہوا ہے۔ عبدالخالق صاحب جب علی گڑھ کی تعلیم سے فارغ ہو کر بیان آئے تو کسی تاخیر کے بعد انہوں نے رسم کی بنیاد ڈال دی۔ اور یہ طلبہ سے نکل کر عوام میں داخل ہو رہے ہیں، بلکہ بعض سیاسی مسائل میں بھی انہوں نے حصہ لیا ہے، مثلاً جب افغانستان پر روس نے جارحانہ قبضہ کیا تو رسم والوں نے دو میل لمبا احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس میں تقریباً تین ہزار افراد نے شرکت کی۔ گورنمنٹ اسکولوں میں اسلامیات کے کورس میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رسالہ دینیات کا انگریزی اور فرانسیسی ترجمہ رکھوانے کی کوشش کرنے رہے ہیں، مگر ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔

عبدالخالق صاحب اپنے کام کی تفصیلات بیان کر رہے تھے اور خاکسار اور ملک محمد حسین صاحب

بڑے غور سے سن رہے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ اس موضوع پر کچھ مزید وقت صرف کیا جائے، لیکن دیگر پروگراموں کو نبھانے کے لیے ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وعدے پر کہ دوبارہ رسم کے دفتر میں حاضری دیں گے۔ رسم کی کارکردگی کی پوری رپورٹ ہم انڈین اوشن میں اسلامی تحریک کے عنوان پر الگ بیان کریں گے۔

روز پل کی سستی مسجد | آج عصر کی نماز روز پل کی سستی مسجد میں ادا کی۔ یہاں بھی نمازیوں کی حاضری خاصی تھی۔ یہ وہی مسجد ہے جس میں حافظ محمد انور صاحب تین، چار سال تک امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ مسجد کے اردگرد کے مکانات قدیم فرنیچ اور انگلش طرز کے بنے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا ہے نمازیوں کی تعداد خاصی تھی اور مزید برآں یہ کہ اکثریت نوجوانوں کی تھی۔ آج کل اس مسجد کا امام ڈا بھیل کا ایک نوجوان لاشم پٹیل ہے۔ ڈا بھیل ہی میں اس نے دینی تعلیم پائی ہے۔ سات سال سے اس مسجد میں امامت کر رہا ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک دینی درس گاہ ہے جس میں محلے کے ایک سو بچے اور بچیاں قرآن کریم اور اسلامی مبادیات کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ لاشم پٹیل کے ساتھ ایک اور مولوی صاحب بھی پڑھانے کا کام کر رہے ہیں۔ ان کا نام مولوی اخلاص ہے اور دیوبند کے رہنے والے ہیں۔ تحریک اسلامی کے لیے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔ یہ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل التعمیل ہیں اور اب سعودی عرب کے دارالافتاء کی طرف سے یہاں مبعوث ہیں۔ مارشس میں جتنے بھی سعودی مبعوث ہیں ان کا انتظام اور ذمہ داری اسلامی سرکل نے لے رکھی ہے۔ یہ اسلامی سرکل کی بڑی فراخ دلی ہے کہ وہ اسلام کے بالاتر مقاصد کے لیے ایسے مبعوثین کی ذمہ داری بھی اٹھا رہا ہے جو اسلامی سرکل کی فکر اور نصب العین کے سونی صدم مخالف ہیں۔

سستی مسجد اب بہت کشادہ کر دی گئی ہے۔ مسجد نہایت صاف اور وضو کا انتظام نہایت عمدہ ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے بڑے تپاک کے ساتھ خاکسار کو ملنا شروع کر دیا۔ ایک معزز شخص جناب عبداللطیف صاحب نے بلتے ہی خاکسار سے حافظ محمد انور صاحب کی خیریت دریافت کی۔ روز پل کے لوگ حافظ محمد انور صاحب اور ملک محمد حسین صاحب (جو ۱۹۵۹ء میں یہاں آئے تھے اور طویل عرصے تک یہاں رہ چکے ہیں) کو بڑی محبت اور قدر دانی

کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

روزہ پل کے قادیانی

سستی مسجد کے کچھ فاصلے پر روزہ پل میں ہی قادیانیوں کی "مسجد" ہے۔ دھال صاحب نے بتایا کہ قادیانی سستی مسجد پر بھی قبضہ کرنا چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام کیا۔ یہ پرانا قصہ ہے۔ یعنی ۱۹۲۶ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ مارلیش کے ایک تاجر نے سستی مسجد کی تعمیر میں مالی طور پر حصہ لیا۔ بعد میں وہ قادیانی ہو گیا۔ اور اس نے کوشش کی کہ سستی مسجد بھی قادیانیوں کے پاس آ جائے۔ مسلمانوں نے اس کی شدید مزاحمت کی، مگر اس دور میں قادیانی اپنے آقا انگریز کی شہ پر جی رہے تھے۔ کسی قضیے میں ان کا مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ قضیہ اتنا بڑھا کہ مارلیش کے سپریم کورٹ تک پہنچ گیا۔ اس زمانے میں مارلیش میں خدا کے ایک ایسے بندے بھی موجود تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے ساتھ نواز رکھا تھا۔ اور وہ مارلیش کے مسلمانوں کے اندر اپنا بڑا اعتماد اور نفوذ رکھتے تھے۔ یہ تھے مولانا عبدالرشید نواب۔ موصوف مگر معظمہ کے رہنے والے تھے۔ اور اپنا وقت اکثر مارلیش میں گزارتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالرشید نواب صاحب نے اس قضیے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سپریم کورٹ میں انہوں نے بڑی طویل بحث کے ساتھ سختے دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ قادیانی خارج از اسلام ہیں۔ مسجد کسی قادیانی کی شمول میں نہیں دی جاسکتی۔ سپریم کورٹ نے جو انگریز ججوں پر مشتمل تھی یہ تسلیم کر لیا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ اور سستی مسجد پر صرف مسلمانوں کا حق ہو سکتا ہے۔ مارلیش کے مسلمانوں کے لیے یہ ایک عظیم فتح تھی اور مارلیش سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ پہلا فیصلہ ہے جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب رہے گا کہ ہندوستان سے باہر قادیانیوں کا پہلا بیرونی مشن مارلیش میں قائم ہوا ہے۔ اس وقت پورے مارلیش میں قادیانیوں کے چھ مراکز ہیں جنہیں وہ "مساجد" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور مجموعی طور پر قادیانیوں کی تعداد ۲ ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی شخص اب قادیانی نہیں ہوتا۔ اب قادیانیوں کی تعداد میں اضافہ محض نسلی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ مارلیش کے مسلمان انہیں پہلے بھی غیر مسلم سمجھتے تھے اور اب تو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کی قرارداد کے بعد ان کے غیر مسلم ہونے میں کسی کو شک و شبہ نہیں رہا۔

کتلے بون | نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد دھال صاحب مجھے اور جناب محمد حسین ملک صاحب کو کتلے بون لے گئے۔ یہ روز پل سے کچھ فاصلے پر ایک الگ شہر ہے۔ وہاں تک جانے کا راستہ نہایت خوبصورت ہے۔ سڑک کے دونوں طرف نہایت حسین و جمیل پودے لگے ہوئے ہیں۔ بیگان و بیلی کی جھالروں نے رنگا رنگ بہار دکھا رکھی ہے۔ سبز سے کی ایک طویل چادر بچھی ہوئی ہے، جو قدرتِ خداوندی اور صنعتِ انسانی کا حیرت انگیز حد تک خوشنما مرقع پیش کر رہی ہے۔ سڑک سے ہٹ کر دو دو رنگے گنے کے کھیت ہیں۔ قریب ہی تین خوبصورت پہاڑ کبھی گیاہ سبز کی طرف جھانکتے ہیں اور کبھی سمندر کے نیلگوں پانی کی طرف سڑکیں مٹی بھی اور صاف و شفاف بھی۔ ہم کتلے بون جا رہے ہیں اور ساختہ ساعتہ ہلکی ہلکی بھپو اور برس رہی ہے۔ کتلے بون نئی آبادی ہے۔ دکانیں زیادہ ترمیموں اور کچھپیوں کی ہیں۔ زیادہ ہندو ہیں اور کچھ مسلمان۔ مارشس ایک ایسا ملک ہے جس میں ہندو اور مسلمان دونوں قومیں مل جمل کر رہ رہی ہیں۔ ہندو اکثریت اور مسلمان اقلیت میں ہیں، لیکن ذہنی اور فکری عصیت کے باوجود دونوں قومیں باہم دست و گریباں نہیں ہوتی ہیں، بلکہ محمد حسین دھال صاحب نے جو دوروزہ اسلامی سیمینار منعقد کیا ہے، اس کا افتتاح ہندو وزیر اعظم جگن ناتھ نے کیا ہے۔

کتلے بون سے واپسی پر ہم مہاتما گاندھی انسٹیٹیوٹ کے پاس سے گزرے۔ اس سے آگے مارشس یونیورسٹی ہے۔ یہ علاقہ بڑا پرسکون، دلکش اور فکرا انگیز ہے۔ اس انسٹیٹیوٹ کا اجمالی تعارف ہم آگے چل کر کہائیں گے۔

تین نوجوانوں کی ملاقات | آج ۳۱ دسمبر ہے۔ علی الصبح تین نوجوان دھال صاحب کے مکان پر آئے۔ چونکہ اسلامی سیمینار نے مارشس کے نوجوانوں کے ایک حلقے میں دین کے جذبات ابھار دیے ہیں اس لیے اب یہ خواہش اُٹ رہی ہے کہ دعوتِ دین کا کام آگے بڑھایا جائے۔ ان نوجوانوں کے ساتھ ہماری تفصیل سے گفتگو ہوتی رہی۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ دین کے لیے جو حلقے یہاں کام کر رہے ہیں ان میں باہم تعاون و اتحاد ہونا چاہیے۔ اور پھر جو لوگ قریب تر ہوتے جائیں ان کی ٹھوس تربیت کرنی چاہیے۔ ان نوجوانوں کی گفتگو سن کر اور یہاں کے حالات

کا کسی حد تک مطالعہ کرنے کے بعد خاکسار اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ مارشس کے اندر اسلامی تحریک کے لیے فضا سازگار ہے۔ البتہ اس امر کی ابھی شدید ضرورت ہے کہ یہاں تحریک اسلامی کی بنیادی دعوت کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے اور اسی طرز کا تربیتی نظام مختلف سطحوں پر قائم کیا جائے جو تحریک اسلامی پاکستان نے تربیت گاہوں کے عنوان سے قائم کر رکھا ہے۔

طلباء کے مجوزہ تربیتی کمیٹی | ناشتے کے بعد دوبارہ پورٹ لوئس جانا ہوا۔ دھال صاحب تو خاکسار کے لیے بکنگ کے مسئلے میں مشغول ہو گئے۔ اور خاکسار ۱۸۶۱ کے دفتر میں چلا گیا۔ رسم کے صدر عبدالخالق صاحب نے بتایا کہ وہ ۱۹۸۲ء میں دو تربیتی کمیٹی قائم کرے ہیں۔ ایک جنوری میں مارشس کے اندر اور دوسرا اپریل میں جزیرہ رئیون کے اندر۔ ان دونوں کمیٹیوں میں مارشس اور دیگر اودگرڈ کے علاقوں کے نوجوانوں کو اکٹھا کیا جائے گا، بلکہ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان علاقوں کے اندر چینی آبادی میں کام کرنے کے لیے ملائیشیا سے چند چینی نوجوان جو تحریک اسلامی سے وابستہ ہیں، بھی آئیں گے۔ دفتر میں ہونا ہی ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ یہ نوجوان نہایت فصیح عربی میں مجھ سے گفتگو کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ یہ جامو الریاض کے طیبۃ اللغۃ العربیۃ سے عربی زبان کا کورس کر کے آیا ہے۔ فرنچ زبان بھی اچھی جانتا ہے اور اب رسم کے لیے بعض کتابوں کا عربی زبان سے فرنچ میں ترجمہ کر رہا ہے، لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نوجوان سعودی عرب میں یا کسی بھی عرب ملک میں ملازمت کے لیے تگ و دو کر رہا ہے۔ عرب ممالک میں ملازمت کی جو وبا پاکستان اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے، یہاں کے ان نوجوانوں کے اندر بھی وہ پھیل چکی ہے جو سعودی عرب کی یونیورسٹیوں سے پڑھ کر آرہے ہیں۔ اولاً وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ سعودی دارالافتاء کے مبعوث بن جائیں اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو پھر خود وہاں جا کر ملازمت کی تلاش کرتے ہیں۔ ظہر کی نماز ہم نے پورٹ لوئس کی مرکزی مسجد میں ادا کی۔ اندر کا صحن نمازیوں سے خوب بھر گیا۔ خوب رونق مٹھی۔ مسجد اپنے فن تعمیر کے لحاظ سے بھی بہت پر شکوہ اور خوبصورت ہے۔ صفائی اور نفاست اور وضو اور طہارت کی سہولت کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ ایک

بلیک بورڈ بھی نصب ہے جس پر یہ درج ہے کہ فلاں فلاں تاریخ کو پورٹ لوئس کے اندر
فلاں صاحب کی تقریب نکاح ہے۔ نکاح کی تقریبات بالعموم مسجد میں منعقد ہوتی ہیں۔

گر دھی شاہو پونیورسٹی کے پی ایچ ڈی | نماز مغرب مسجد بیت المقدس میں ادا کی اور پھر
نماز عشا کے بعد روزہ ہل کی سنتی مسجد میں خطاب کیا۔ یہاں لوگوں کو اسلامی موضوعات
پر تقاریر سننے کا بڑا شوق ہے اور خاص طور پر باہر سے جب کوئی شخص آجاتا ہے تو وہ
شوقی مزید کے ساتھ اس کی باتیں سنتے ہیں۔ اگرچہ ایک گروہ یہاں ایسا بھی ہے، جو بعض
بیرونی اصحاب کی رہنمائی کے تحت مسلمانوں کے اندر تفریق ڈالنے میں مصروف رہتا ہے۔
مثلاً اس گروہ کی طرف سے مخالفین کو ”لہبی“ (ابولہب کی طرف نسبت) کے لفظ سے پکارا
جاتا ہے۔ پہلے یہ گروہ ”وٹابی“ کی اصطلاح مخالفین کے لیے استعمال کرتا تھا اور اب
”لہبی“ کی اصطلاح اس نے شروع کر رکھی ہے۔ اس گروہ کے سرپرست پاکستان سے آتے
ہیں۔ ان صاحب کے بارے میں یہاں کے لوگوں نے ایک دلچسپ لطیفہ یہ سنایا کہ چند سال
پیشتر یہاں کے لوگوں کو جب انہوں نے اپنے مخالفین کے خلاف مہیٹر کانے کے لیے وٹابی
اور لہبی کی اصطلاحیں سکھانا چاہیں اور اس کے نتیجے میں یہاں کے مسلمانوں کے اندر افراتق
پڑنے لگا تو کچھ لوگوں نے ان صاحب کی علمی قابلیت کی تحقیق شروع کی۔ چنانچہ ان کی علمی
قابلیت کے ثبوت میں بتایا گیا کہ یہ گروہی شاہو پونیورسٹی سے پی ایچ ڈی ہیں۔

اسلام کی بنیادی دعوت | سنتی مسجد میں خاکسار کی تقریر سننے والے مختلف انبیال لوگ ہیں، اس
لیے خاکسار نے کوشش کی کہ ان کو اسلام کے بنیادی فرائض اور دنیا میں مسلمان کی اصل ذمہ داریوں
کی طرف متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی صفوں کے اندر اتحاد کو فروغ دینے کی ضرورت
بتائی جائے۔ جیسا کہ پیچھے عرض کر چکا ہوں، یہاں کے مسلمان عجیب و غریب معاشرے کے اندر
رہتے ہیں۔ ایک طرف ہندو اکثریت ہے جو اپنی پختہ زبانی میں مشہور ہے، ہر گاؤں میں اس نے
اپنے بت خانے قائم کر رکھے ہیں۔ دوسری طرف عیسائی ہیں، جو بین الاقوامی عیسائی اداروں
کے بل پر بے پناہ دولت اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کے ذریعے یہاں نصرانیت کا پرچار
کر رہے ہیں اور نوجوان نسل کو ہر طرح سے بہکانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اشتراکی اور مادھی

افکار کی ہمہ گیر پینچا نہ نو جوانوں کو سر سے سے مذہب کے نام سے ہی دُور کر رہی ہے۔ ان باہم متصادم معاشرے کے اندر مسلمانوں، جو بمشکل پانچواں حصہ ہیں، باہم لڑا دینا کوئی کامیاب نہیں ہے۔ اس کے برعکس یہاں کے مسلمانوں کی ضرورت یہ ہے کہ ایک طرف انہیں خود بھی دین پر مضبوط رہنے کی تلقین کی جائے اور ان کے اندر زیادہ سے زیادہ دین کا شعور بیدار کیا جائے اور دوسری طرف وہ اس قابل ہو جائیں کہ غیر مسلم گمراہوں کے سامنے دین کی قوی اور عملی شہادت سے کراہیں دینِ حق کے نور سے متور کر دیں۔ اگر یہاں بھی مسلمانوں کے اندر اسی تصور کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے جو عیسائیت کے تصور سے ملتا جلتا ہو۔ یعنی مسلمان بے شک ہر طرح کی آزادانہ اور سستہ بہار زندگی گزارتے رہیں۔ اور سال میں چند مخصوص تقاریر منعقد کر کے اور اپنے شیخ کو نذرانوں کے ذریعے خوش کر لیں تو ان کی بخشش ہو جائے گی، تو ایسا تصور اسلام مسلمانوں کو زیادہ دیر تک مخالفانہ مذاہب و افکار کے مقابلے میں کھڑا نہیں رکھ سکے گا۔

راقم نے اسی پس منظر کو سامنے رکھ کر حاضرین کو اسلام کے بنیادی اصول بھی بتائے اور اس امر پر نہیں زور دیا کہ وہ اپنی اولاد کو دین کی تعلیم سے فہم و شعور کے ساتھ پہرہ ور کریں، خواتین کے اندر بھی دینی تعلیم کی اشاعت کریں اور جہاں تک ممکن ہو باہم تعاون و یگانگت سے کام لیں۔

(باقی)

۱۰ اس کا کے کرم فرماؤں سے ضروری التماس

- براہ مہربانی ادارہ کی طرف سے ارسال کردہ وی۔ پی۔ پی واپس نہ کریں۔
- خریداری یا آرڈر منسوخ کرانا ہو تو قبل از وقت مطلع فرمائیں۔ وی۔ پی۔ پی واپس کرنا ایک اخلاقی کمزوری ہے اور اس سے ادارہ کو نقصان ہوتا ہے۔
- ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔

شکریہ

یخچر ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ لاہور